www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

مبلغ

اشاعت کا پندرہواں سال
15th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

18 /اپریل تا 01 /مئی 2014ء جمعۃ المبارک 17 جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ جلد نمبر: 15 شمارہ نمبر: 15

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

تتہِ کیٛاہ کرو ژھٹہِ تہٕ گٹے
یتہِ لولہٕ وآنٛج پھٹہِ ہو
خبرِ رؤس پانو قبر رَٹی نالہٕ متہِ
مارَن تتہِ کاٛنہہ رٹہِ مو

آہ! تنگ وتاریک قبر میں ہمارا کیا حال ہوگا۔ کلیجہ منہ کو آئے گا، اور سینہ پھٹ جائے گا۔ اے بے خبر نفس! کیا تم کو معلوم ہے کہ قبر جب تم کو دبوچ دے گی۔ تمہاری پسلیاں ٹوٹ جائینگی۔ اور کوئی بھی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔

کاش ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن جاتے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں ہاں (اس شخص کی مشورت اچھی ہوسکتی ہے) جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے" (النساء:۱۱۴) آپ غور کریں گے تو یہ چیزیں ایسی ہیں جن ہر ایک صالح معاشرہ قائم ہوسکتا ہے، وہ معاشرہ کے تین ستون ہیں، صدقہ، جب تک کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ عملی ہمدردی نہ ہوگی، آدمی کی مدد کا جذبہ سینہ کے اندر کارفرما نہ ہوگا، اور وہ ایثار نہ کرے گا، کوئی معاشرہ قائم نہیں ہوسکتا "اَوْ مَعْرُوف" معروف بھی قرآن مجید کا ایسا لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ نہیں ہوسکتا یعنی معقول و مستحسن بات، جو چیز عرف میں داخل ہے اور جس کو فطرت سلیم رکھنے والے سب بالاتفاق اچھا کہتے ہیں اس کا جو حکم ہوگا، اب ہر جگہ کا معروف الگ ہوگا، یہاں معروف یہاں کے لحاظ سے ہوگا، دوسرے مقام کا معروف وہاں کے لحاظ سے ہوگا، "اَوْ مَعروف اَوْ اِصلاحٍ بَین النّاس" عام طور پر قبیلوں، خاندانوں میں "فسادات البین" کا منظر نظر آتا ہے، یعنی آپس کے تعلقات کشید ہیں بستی بستی، گاؤں گاؤں، قصبے قصبے یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے، خاص طور پر جہاں شُرفاء آباد ہیں، کسی دِل سوختہ شاعر نے یہاں تک کہہ دیا کہ

به هر جا جمع می آیند سادات
فسادات، فسادات، فسادات

اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جہاں سادات جمع ہوں، پھر ماشاء اللہ سادات ہی سادات ہیں، اور یوں بھی تشریح ہوسکتی ہے کہ پھر ناانصافیاں ہی ناانصافیاں اور جنگ وجدل ہی کا منظر نظر آئے گا۔

مولانا محمد الیاسؒ فرماتے ہیں چور وہیں آتا ہے جہاں مایہ ہوتی ہے، تو جو جتنا اونچا ہوتا ہے اسی پر شیطان حملہ کرتا ہے، تو یہ سادات، شیوخ، صدیقی، فاروقی، انصاری، قریشی اور ان کی مختلف شاخیں عثمانی، علوی، عباسی جہاں ہوتے ہیں، ان میں شیطان بہت کامیاب ہوجاتا ہے، اسلئے کہ ان کو ایک دوسرے سے مکدر کرنے اور شاکی بنانے کا کام دوسروں کے مقابلے میں آسان ہوتا ہے، ان کی حیثیت، حیثیت عرفی بلند ہوتی ہے، کچھ ان کی توقعات ہوتی ہیں، کچھ ان کی عادتیں ہوتی ہیں، کچھ وہ اپنا حق سمجھتے ہیں، شیطان اسی راستہ سے آتا ہے، دیکھو فلاں تمہیں سلام ٹھیک سے نہیں کیا، وہ حقیر سمجھتے ہیں، مالی حالت کچھ کمزور ہوگئی ہے، اب وہ اس طرح جھک کر سلام نہیں کرتے، اب دِل صاف نہیں ہے۔

یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ یہ واقعی ہر جگہ مشترک ہیں، صدقہ، معروف، اصلاح بین الناس، ہر مقام کو ان کی ضرورت ہے، جہاں صدقہ ہوجائے محبت کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، ہنس کو بولنا بھی صدقہ ہے، میٹھی زبان رکھنا بھی صدقہ ہے، راستے سے کانٹا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، ایک صدقہ کہہ دیا اسلئے کہ یہ سب پر حاوی ہے، یعنی خیر سگالی کا جذبہ، خیر خواہی کا جذبہ، اس کے بغیر کوئی معاشرہ، کوئی اجتماعی زندگی اول تو وجود میں نہیں آسکتی اور اگر آئے تو رہ نہیں سکتی، اور پھر معروف اور اصلاح بین الناس، یہ قرآن ہی کہہ سکتا تھا، یہ آیت بھی معجزہ ہے، پورا تمدنِ انسانی پورا معاشرہ انسانی اسی پر قائم ہے، صدقہ، معروف اور اصلاح بین الناس، آج ہر جگہ آپ دیکھیں گے کہ اس کے خلاف ہو رہا ہے، کہیں صدقہ کا دروازہ بند ہے تو کہیں معروف کا دروازہ بند ہے تو کہیں دونوں چیزیں، لیکن اصلاح بین الناس کا دروازہ بند ہے، بگاڑنے والے لڑنیوالے پچاس اور ملانے والا ایک..... تو ان تین چیزوں کا خیال رکھئے، صدقہ، معروف یا اصلاح بین الناس۔

چوتھی شرط اللہ نے یہ لگائی ہے اس کار خیر میں نیت ہونی چاہیے، رضائے الٰہی کی "ایک اچھا عمل، سیاسی اغراض سے بھی ہوسکتا ہے، تمدنی اور مادی اغراض سے بھی ہوسکتا ہے، یہ سب اغراض ہیں، لیکن یہاں اللہ نے فیصلہ کردیا" جو اللہ کی رضا کیلئے کام کرے اسمیں ثواب ہے، یہ نہیں کہ صاحب ہم کریں گے تو وہ بھی کریگا، اور اچھا ہے کہ اچھی زندگی گزرے گی، یہ نہیں، بلکہ خالص اللہ کی رضا کیلئے"۔

روانڈا۔ جہاں اسلام کبھی بالکل اجنبی تھا صدیوں میں جاکر مسلمانوں کی آبادی سات فیصد ہوئی تھی، مگر گزشتہ صرف آٹھ سال میں یہ آبادی بڑھ کر ۱۴ فیصد ہوگئی، ایسا کیوں ہوا؟ اس کے جواب سے پہلے وسطی افریقہ کے اس عیسائی ملک کی حالیہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے، روانڈا، کا نام آتے ہی بہت سوں کا ذہن سب سے پہلے اس خانہ جنگی کی طرف گیا ہوگا جو آٹھ سال قبل برپا ہوئی تھی، یہ خانہ جنگی دو قدیم نسلوں، ہوتو اور تتسی کے درمیان ہوئی تھی، ہوتو نسل کے باشندے ۸۰ فیصد تھے، دونوں کے درمیان کشیدگی ایک زمانے سے چلی آرہی تھی، ہوتو نسل کو شکایت تھی کہ تتسی اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی ملکی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہیں، پھر اپریل ۱۹۹۴ء میں ایک فضائی حادثہ میں روانڈا اور پڑوسی مملکت برونڈی کے صدور کی موت کے بعد فسادات بھڑک اُٹھے، مارے جانیوالوں میں بہت بڑی اکثریت تتسی باشندوں کی تھی، دونوں نسلوں کے لاکھوں افراد نے پڑوسی ملکوں میں پناہ لی، ہزاروں خاندانوں کو مسلم علاقہ میں مسلمانوں نے اپنے گھروں میں پناہ دی۔ اور یہ خانہ جنگی اس کے باوجود ہوئی کہ دونوں نسلوں کے باشندے ہم رنگ تھے، عیسائی تھے، رومن کیتھولک عیسائی تھوڑے پروٹسٹنٹ بھی تھے، کچھ فیصد آبادی مقامی عقائد کی حامل تھی، مگر نسلی عصبیت اس قدر شدید تھی کہ ہم مذہبوں نے ہم مذہبوں کو بے دردی سے مارا، روانڈا کی مسلم اقلیت جو دونوں نسلوں پر مشتمل ہے، اس نسل کشی سے دور رہی، کچھ تو اسلئے کہ مسلمانوں کے دین اسلام نسلی عصبیت سے بالا تر ہے، مسلم گھروں میں پناہ لینے والے ہزاروں خاندانوں نے جن میں زیادہ تر تتسی تھے، جب مسلمانوں کا یہ حسن سلوک دیکھا، ان کے عقائد اور انسانی مساوات سے متعارف ہوئے تو متاثر ہونے لگے، اور "ایسا کیوں کر ہوا؟" کا جواب یہی ہے، آج روانڈا میں مسلم آبادی ۱۴ فیصد ہے، مساجد آباد ہیں، جمعہ کو مساجد میں جگہ نہیں ملتی، مساجد سے متصل جگہوں پر نماز ادا کرنی پڑتی ہے، لوگ اذان سے بہت پہلے جمع ہوجاتے ہیں، روانڈا میں اسلام اور مسلمانوں کی تازہ پوزیشن کی خبر جاری کی ہے، شکاگو پیون کے لاوری گورینگ نے جو سعودی گزٹ نے ۱۶/ اگست کے شمارے میں شائع کی ہے۔

یہ نہیں کہ دین حق سے متاثر صرف وہی برادریاں ہوئیں، جو خانہ جنگی کے دوران مسلمانوں کے رابطہ میں آئی تھیں بلکہ خبر بتاتی ہے کہ یہ رجحان پورے روانڈا میں ہے، جیسا کہ خبر کی سرخی ظاہر کرتی ہے، "نسل کشی کے بعد روانڈا میں اسلام سے دلچسپی" مملکت کے مسلم رہنما شیخ صالح جی مانا کہتے ہیں۔ "ہم ہر جگہ موجود ہیں، روانڈا کے تقریباً تمام بڑے چھوٹے شہروں میں مساجد قائم اور آباد ہیں" محسوس ہوتا ہے کہ روانڈا کے مسلمانوں میں دین کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت اور دینی حمیت موجود ہے، تاہم یہ نہیں معلوم کہ ہوتو اور تتسی باشندوں کی نسلی عصبیت ختم کرکے ان کے دِلوں کو جوڑنے اور اُنہیں دین حنیف کی طرف راغب کرنے میں ان کی شعوری کوشش کتنی ہے، بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ دین فطرت کی کشش خود اپنا کام کررہی ہے، اور سچ بھی یہی ہے کہ دُنیا میں ایسے واقعات جہاں جہاں بھی ہورہے ہیں، دین فطرت کی اپنی کشش کی بنا پر ہورہے ہیں، باوجود اس کے دنیا میں آج اسلام مخالف پروپیگنڈا اپنے تاریخی عروج پر ہے اور باوجود سکے کہ مسلمان بے عمل ہیں، جامد ہیں بلکہ بعض ملکوں میں اپنے طرز عمل سے دین کی راہ میں رُکاوٹ ہیں، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر امت مسلمہ صحیح مفہوم میں اُمت مسلمہ بن جائے تو نصرت الٰہی کے جوش کا عالم کیا ہوگا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسی صاف وستھری زندگی گزاریں جو دوسروں کیلئے نمونہ اور ائیڈیل ہو۔

ایک زمانہ تھا جب محترمہ المائرہ ہدیہ سوویت یونین کے دَور میں عورتوں کے ایک رسالہ کی سرگرم ایڈیٹر تھیں اور عورتوں کے حقوق کیلئے لڑتی تھیں مگر اَب وہ ستر سال سے زیادہ عمر کی ہوچکی ہیں جب وہ ریٹائر ہونیوالی تھیں تو انہوں نے اسلام قبول کیا اور اَب وہ روس کے ایک علاقہ تاتارستان میں مسلم عورتوں کی ایک تنظیم چلارہی ہیں، اَب محترمہ ہدیہ اور بارہ دوسری مسلم خواتین روس کی وزارت داخلہ سے اپنے اس حق کیلئے لڑ رہی ہیں کہ ان کو ان کے پاسپورٹ کے فوٹوؤں کیلئے حجاب ڈالنے کی جازت دی جائے، ایک زمانہ میں وہ کٹر دہریہ تھیں، مگر اب محترمہ ہدیہ پکی مسلمان ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہمیں اللہ کے قوانین کی پابندی تو کرنا ہے ان کی دیلیل یہ ہے کہ حجاب کا فلسفہ یہ ہے کہ لڑکیوں کے چہروں پر حجاب ہوگا تو مرد بھی ٹھیک رہیں گے۔ تاتارستان کے اعتدال پسند مفتی عثمان اسحاکوف کا کہنا ہے کہ آزادی کے مطالبہ کے دوران جو اشتعال انگیز تقریریں کی جاتی تھیں ان کے کرنیوالوں کو اسلام کے بارے میں بہت کم علم تھا کیونکہ سوویت دَور میں یہاں کہیں دینی مدرسے نہیں تھے، اسلئے ہم اپنے بچوں کو دوسرے ملکوں میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجتے تھے، جب یہ طلباء علم حاصل کرکے واپس آئے تو انہوں نے مقامی اماموں کی اصلاح شروع کی اور اسلام کے تعمیری پہلو اُجاگر ہوئے، اَب تقریباً دس سال بعد جب کہ چیچنیا میں اَب بھی روسی فوجیں گشت کررہی ہیں تاتارستان کا علاقہ بین نسلی دوستی کا نمونہ ہے، مفتی عثمان نے کہا کہ ہمارے افراد اب بھی چیچنیا جاتے ہیں لیکن وہ یہ معلوم کرنے جاتے ہیں کہ وہاں ابھی تک جنگ کیوں جاری ہے، لیکن جب وہ واپس آتے ہیں تو انہیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں لڑائی کیوں نہیں ہے.......!!!

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا ادب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

www.khanqah.in

تحفظِ ختم نبوت کے خاطر قربانیاں۔8

مولانا حذیفہ وستانوی۔ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ کی کتنی بڑی جماعت اس میدان میں آئی تھی جنہوں نے ایک مسئلہ ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے نہ وقت کی نزاکت کا خیال کیا اور نہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کا، اور نہ اس جماعت کے اذان ونماز اور تلاوت واقرار نبوت اور تمام اسلامی احکام کرے ادا کرنے کا، بلکہ اتنی بڑی عظیم الشان جماعت پر جہاد کرنے کے لیے باجماع واتفاق اٹھ کھڑے ہوئے۔(ختم نبوت:ص ۴۰۲تا۴۰۳)

اس کے بعد ان صحابہ کے نام تحریر فرماتے ہیں جو ختم نبوت پر شاہد ہیں۔

ان صحابۂ کرام کے اسماء گرامی جو ختم نبوت کے شاہد ہیں:

حضرت صدیق اکبرؓ،حضرت فاروق اعظمؓ،حضرت علیؓ،حضرت عبداللہ بن عمرؓ،حضرت عائشہؓ،حضرت اُبی بن کعب،حضرت انس،حضرت حسن، حضرت عباس،حضرت زبیر،حضرت سلمان،حضرت مغیرہ،حضرت سعد بن ابی وقاس،حضرت ابوذر،حضرت ابوسعید خدری،حضرت ابوہریرہ،حضرت جابر عبداللہ،حضرت جابر بن سمرہ،حضرت معاذ بن جبل،حضرت ابوالدرداء،حضرت حذیفہ،حضرت ابن عباس،حضرت خالد بن ولید،حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عقیل بن ابی طالب،حضرت معاویہ بن جندہ،حضرت بہز بن حکیم،حضرت جبیر بن مطعم،حضرت بریدہ،حضرت زید بن اوفی،حضرت عوف بن مالک، حضرت نافع،حضرت مالک بن حویرث،سفینہ مولیٰ حضرت ام سلمہ،حضرت ابوالطفیل،حضرت نعیم ابن مسعود،حضرت عبداللہ بن عمرو،حضرت ابوحازم،حضرت ابومالک اشعری،حضرت امّ کرز،حضرت زید بن حارثہ،حضرت عبداللہ بن ثابت،حضرت ابوقتادہ،حضرت نعمان بن بشیر،حضرت ابن غنم،حضرت یونس بن میسرہ،حضرت ابوبکرہ،حضرت سعید بن جشیم،حضرت سعد،حضرت زید بن ثابت،حضرت عرباض ابن ساریہ،حضرت زید ابن ارقم،حضرت مسعود بن مخرمہ، حضرت عروہ بن رویم،حضرت ابوامامہ باہلی،حضرت تمیم داری،حضرت محمد بن حزم،حضرت سہل بن سعد الساعدی،حضرت ابوزمل جہنی،حضرت خالد بن معدان، حضرت عمرو بن شعیب،حضرت مسیلمہ بن نفیل،حضرت قرۃ بن ایاس،حضرت عمران بن حسین،حضرت عقبہ بن عامر،حضرت ثوبان،حضرت ضحاک بن نوفل،حضرت مجاہد،حضرت مالک،حضرت اسماء بنت عمیس،حضرت حبشی بن جنادہ،حضرت عبداللہ بن حارث،حضرت سلمہ اکوع،حضرت عکرمہ بن اکوع،حضرت عمرو بن قیس،حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ،حضرت عصمہ بن مالک،حضرت ابوقبیلہ،حضرت ابوموسیٰ اشعری،حضرت عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین!

یہ اسی حضرات میرے مقدمہ کے گواہوں کی پہلی قسط ہیں، جو مرزا جی کی نبوت کے گواہ کنہیّا لال وغیرہ نہیں بلکہ آفتابِ نبوت کی شعاعیں، ہدایت کے ستارے، علوم نبوت کے وارث، ثقاہت ودیانت کے مجسمے، علم وعمل کے سارے عالَم کے مسلّم اُستاذ، صحابۂ کرایم رضوانہ اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کے افراد ہیں۔

اولٰئک اٰبائی فجیٔنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا غلام المجامع

''یہ میرے مقتدا ہیں پس (اگر دعوی ہے) اے غلام احمد مجلس میں اُن کی مثال پیش کر اس فرشتہ صفت جماعت پر اگر میں فخر کروں تو بجا ہے''

ولے درام جواہر خانۂ عشق است تحویلش
کہ دار و زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

یہ صحابہ کی جماعت ہے، ہم تو بحمداللہ تعالیٰ اُن کے مقتدا کو ذریعۂ نجات اور فرمانِ نبوی ما انا علیہ و اصحابی کی تعمیل سمجھتے ہیں، اگر یہ حق پر ہیں تو ہم بھی اس کے متبع ہیں، اور اگر حق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اُسوۂ حسنہ کے سوا کوئی اور چیز کا نام ہے تو ہم شرح صدر سے کہتے ہیں کہ ہمیں ایسے مرزائی حق کی ضرورت نہیں۔

و رشادی ان یکنْ فی سلوتی
فدعونی لستُ ارضٰی بالرشادِ

''اور اگر میری ہدایت اسی میں منحصر سمجھی جائے کہ میں آپ کی محبت سے علیحدہ ہو جاؤں تو مجھے اپنے حال پر چھوڑو میں ایسی ہدایت نہیں چاہتا''
(ختم نبوت:ص ۳۱۴تا۵۱۳)

اس کے بعد محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمین، صوفیاء کرام کے نام تحریر فرماتے ہیں:

طبقات المحدثین:

اس باب میں ہم سب سے پہلے اُن حضرات محدثین کے اسمائے گرامی پیش کرتے ہیں، جنہوں نے ختمِ نبوت کے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور اختلافِ رائے یا تاویل وتخصیص کو اس میں ظاہر نہیں فرمایا، بلکہ اس کو بعینہٖ اپنی ظاہری مراد میں تسلیم کیا ہے۔اور چوں کہ وہ تمام احادیث مع حوالۂ صفحات کتاب اور تصریح اسمائے محدثین اسی رسالہ کے حصہ دوم میں گذر چکے ہیں، اس لیے اب مکرر حوالۂ صفحات یا نقل عبارات بالکل زائد سمجھ کی صرف اُن حضرات محدثین کے اسمائے گرامی شمار کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے جن سے ہم نے روایاتِ حدیث لی ہیں: امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری، امام المحدثین امام مسلم، نسائی، ابوداؤد سجستانی، ترمذی، ابن ماجہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، طحاوی، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد طیالسی، طبرانی، ابن شاہین، ابونعیم، ابن حبان، ابن عساکر، حکیم ترمذی، حاکم، ابن سعد، بیہقی، ابن خزیمہ، ضیاء، ابویعلیٰ، محی السنہ بغوی، دارمی، خطیب، سعید بن منصور، ابن مردویہ، ابن ابی الدنیا، دیلمی، ابن ابی حاتم، ابن النجار، بزار، ابوسعید باوردی، ابن عدی، رافعی، ابن عرفہ، ابن راہویہ، ابن جوزی، قاضی عیاض، عبد بن حمید، ابونصر سنجری، ہروی، ابن منذر، دار قطنی، ابن السنی تلمیذ نسائی، رویانی، طبری فی الریاض النضرۃ، خطابی، خفاجی، حافظ ابن حجر در شرح بخاری، قسطلانی در شرح بخاری، نووی در شرح مسلم، صاحب سراج الوہاج در شرح مسلم، سندی در حاشیہ نسائی، شارح ترمذی، شعبی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔(ختم نبوت:ص ۶۱۳، طبقات المحدثین)

بقیہ: چوں من دیگرے نیست......

یہ دستار اس شخص سے چھین کر اپنے سر پر باندھنا چاہتا تھا، ایک دِن ایک شخص اس کے پیچھے پیچھے دوڑ اور وہ شخص جب تھکا اور گرا اور دستار بھی اس کے سر سے گرا اور اس میں سے کپڑے کے پرانے ٹکڑے نکلے اور دوڑنے والے شخص نے جب یہ دیکھا تو بہت پچھتایا، کہ آخر یہ کیا چیز ہے؟ یہی ہے دُنیا۔

حضرت مولانا اختر دامت برکاتہم نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص ہر روز بدنظری کرتا تھا اور جب اس کا آخری وقت آیا تو اس کے پاس بیٹھے لوگ تلقین کرنے لگے کہ لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ مگر یہ شخص کہنے لگا، کہ میری زبان یہ کلمات بہت بھاری لگتے ہیں اور میں کہہ نہیں سکتا ہوں، اگر آپ کو اپنے جسموں کو تعفن سے بچانا ہو، تو ظاہری باطنی گناہوں سے بچنا ہوگا، ایک شخص جو تہجد کا سخت پابند تھا اور ایک دن جب اس سے تہجد چھوٹا اور دن میں اس شخص نے زار وقطار رویا، اور پھر دوسرے دن ایک شخص آیا اور اس کو تہجد پڑھنے کیلئے اُٹھایا اور اسنے کہا آپ کون ہیں؟ یہ دراصل ابلیس تھا، جو اس شخص کو اچھے درجات پر نہیں جانے دیتا، جو اپنی آزادی ختم کر کے اپنے کو دوسرے کے حوالے کر دے، یہی ہے اپنے لئے اچھا، ڈھونڈنا خام اینٹ کی مثال دیکھو، اگر بھٹی میں نہ جائے، چلہ نہ کاٹے تو اس قسم کے پختہ کیسے ممکن ہوکستا ہے، اس نے کچھ قربانی دی ہے، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو منکشف ہوا کہ وہ مسلمان بدبخت ہے اور مجدد نے اللہ پاک سے دُا کی کہ اے اللہ! اس مسلمان کی بدبختی دور کر، اور اللہ پاک نے اس کی دور کر دی۔ ہمارے اندر اgo رچا بسا ہے۔ہم یہی کہتے ہیں ؎

چوں من دیگرے نیست

میں جوں ہوں تو میر سوا اور کون ہے؟ اپنے کو جو دوسرے کے حوالے کر دے اپنی آزادی ختم کر کے دوسرے کے احکام کے تحت رہے آزاد ہونا حیوان کا کام ہے، لہٰذا چاہیے کہ کسی دیندار عالم باعمل کے ساتھ اپنے کو جوڑ کر رکھیں۔ اور بعد میں باطنی علوم بھی اس شخص پر منکشف ہوتے ہیں۔ ہر مرد وزن کو چاہیے کہ وہ غض بصر کا پوری طرح اہتمام کریں، بعض دفعہ ہم کسی گھر کی طرف جھانک کر دیکھتے ہیں کہ یہ چیز ہمارے گھر میں نہیں ہے یہ بھی بدنظری ہے، کیونکہ ہم آپ کو خواہ مخواہ کی تنگیوں میں ڈالدیں گے۔ حضرت علیؓ سے ایک شخص نے پوچھا تقدیر کیا ہے؟ اور آپؓ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ باز اُٹھالو، پھر دوسرا بازو، پھر ایک ٹانگ، جب یہ اُٹھالئے، اور فرمایا کہ اب یہ دوسری ٹانگ اُٹھا، اور یہ شخص کہنے لگے حضرتؓ اب گرنے کا خطرہ ہے، آپ نے فرمایا کہ اسی طرح تین حصہ آپ کے اختیار میں اور ایک حصہ غیر اختیاری ہے۔

ضرورت کے وقت کسی غیر محرم کے ساتھ بات کرنا جائز ہے، مگر جائز بات ہی، اور وہ بھی نظر جھکا کر، بقدر ضرورت بات نظر جھکا کر کرنا جائز ہے، اللہ پاک جانتا ہے دل کے حال اور چھپے ہوئے دل کے حالات کو پوری طرح جانتا ہے، لہٰذا بدنظری سے ہر مومن مرد اور عورت اپنے کو پوری طرح بچایئے، آخر میں حضرت والا کی رقت آمیز دُعا سے مجلس برخواست ہوئی۔

CHAND
SOLARS
NEAR J&K BANK,
T.P. BRANCH
KULGAM
Cell No's: 9419639044,
9596106546

SIRCOMPUTERS
DANGERPORA
ISLAMABAD
Cell No's: 9419412525

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

18/اپریل 2014 جمعۃ المبارک

دِل سے پوچھ کہ تو مسلم ہے یا......؟

دولت ہاتھ میں تو رکھ مگر دل میں نہیں، دل کی غذا کھانا نہیں، مٹھائی نہیں بس یادِ مولیٰ ہے۔تو دین سے منہ موڑا ہے اُسے دین کے دعویٰ کرنے والے تیری زبان مسلمان لگتی مگر میرے دل کی یہی گواہی ہے کہ تو مُر تد ہو گیا ہے تیرا قدم قدم کفر و اِرتداد کیطرف اُٹھ رہا ہے تیرے ہاتھ اُن کی مدد کر رہے ہیں اور تیری دولت سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عداوت پر صرف ہو رہی ہے غضب یہ ہے کہ تجھے خبر تک نہیں، ہمارا تو نہیں بس اپنا تو بن ۔

''نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ خدا سے ڈرنے والوں کیلئے دولتمند ہونا کوئی پریشانی نہیں اور خدا سے ڈرنے والوں کیلئے صحت، دولتمند ہونے سے کوئی بہترین نعمت ہے اور دل کا سرُور اور اطمینان خدا کے نعمتوں میں سے ایک ہے۔''

اے مخاطب: حلال کا حساب دینا ہے اور حرام پر سزا بھگتنی پڑے گی، اگر آپ حلال دولت کمالیں تو بہت ٹھیک! یہ دین میں ترقی کا ذریعہ ہے کیونکہ غربت میں آجکل، مُرتد، کافر، مُشرک اور منافق بننے کا شدید خطرہ ہے، شیطان انسانی لشکر سے بہت کام کرواتا ہے، خصوصاً ٹی ویوں کے ذریعے سے بہت فریب دیتا ہے، حسین وجمیل صورتوں میں، دلکش باتوں سے، جھوٹے باتوں اور غلط وعدوں سے، غلط مادّی ترقیوں سے، غریبوں کی غمخواری کے اظہار سے لاتعداد مسلمانوں کو نارِ جہنم کی طرف لے جا رہا ہے! جب آگ جھلس دیگی اے مُسلمان! تیرا پشیمان ہونا بے فائدہ ہوگا، پھر تو کبھی اس عذابِ الیم سے آزادی نہ پائے گا کیونکہ تو مُرتد مرا ہے اگر حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حکومت ہوتی تو تجھے قتل کیا جاتا! تو غفلت کی نیند سو رہا ہے اور تو جگانے سے جگتا نہیں؟ تو بے ہوش ہے، تیرے دوست نما دُشمن تجھے اپنی نمرودیت، فرعونیت اور قارونیت کیلئے آلہ بنا رہے ہیں، اگر تو سوتا رہا اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دُور ہوتا گیا تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہلاک ہو گیا۔ پھر کوئی آپ کا حامی و مددگار نہ ہوگا، ابھی تیری شفیق وحقیقی خیر خواہ ربّ العٰلمین دیکھ رہا ہے کہ کیا یہ میری طرف آتا ہے یا نہیں اور شیطانوں سے دور بھاگتا ہے یا نہیں؟ وقت غنیمت ہے، توبہ کر نجات کا راستہ بس اسلام ہے۔ باقی سب نظریات باطل باطل، دھوکا دھوکا ہیں، اتنا ہوش کے کانوں سے سُن!

باقی اِنْ شَآءَ اللہ پھر سُنا دوں گا۔

جواھر القرآن

سود حرام ہے

ہر پڑھا لکھا مسلمان جانتا ہے کہ سود گناہ ہے، حرام ہے، نجاست ہے، یہود کے موروثی امراض میں سے ایک مرض ہے، یہ انسانیت کے جوہر کا قاتل ہے، اخلاقیات کی موت ہے، خود غرضی ہے، سنگدلی ہے، اجتماعیت کا دشمن ہے، اللہ کی کتاب بتاتی ہے کہ سود خور قیامت کے دن اُٹھیں گے تو ان سے آسیب زدہ شخص جیسی حرکات سرزد ہوں گی، سودی لین دین ترک کئے بغیر ایمان، تقوی اور توبہ قابل قبول نہیں۔ سود خوروں کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے، کتابُ اللہ کے علاوہ احادیث میں بھی سود کی بے انتہاء مذمت بیان کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے سود کو ان سات چیزوں میں شمار کیا ہے جو ہلاک کرنے والی ہیں، سودی معاملات کرنے والے سے کسی طرح کا بھی تعلق رکھنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، سود خوری کا ادنی گناہ ماں کے ساتھ زنا کے برابر بتایا گیا ہے لیکن حیرت ہوتی ہے کہ اتنی شدید وعیدوں، اخلاقی، تمدنی، انفرادی اور اجتماعی خرابیوں کے باوجود مسلمان سود خوری سے باز نہیں آتے، اس غلاظت کا چسکا ایسا مُنہ لگا ہے کہ چھٹتا ہی نہیں، قرآنی آیات پڑھتے ہیں مگر ان سے کوئی عبرت نہیں پکڑتے، احادیث سنتے ہیں مگر ان سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتے، مضامین، کتابیں، دروس، تقاریر اور مواعظ.....غرضیکہ کوئی چیز بھی ان کی زندگانی کا دھارا نہیں بدلتی، چند مستثنیات کی بات جُدا ہے کہ وہ ہر جگہ، ہر زمانے میں اور ہر طبقے میں ہوتے ہیں، وہ زمانے کے ساتھ نہیں، زمانے کو اپنے ساتھ بلکہ کتاب وسنت کے ساتھ چلنے کی کوشش کرتے ہیں، اِن کی نظر دنیاوی کامیابی پر نہیں اخروی کامرانی پر ہوتی ہے، انکی تجارت کی بنیاد بھی وہی ہوتی ہے جو کہ عبادت کی بنیاد ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی لیکن اکثریت کا حال ایسا نہیں ہے۔ وہ آیات اور احادیث سننے کے باوجود اپنی کھال میں مست اور حال میں مگن رہتے ہیں؟ آخر ایسا کیوں ہے؟ وہ اتنی وعیدوں اور ڈراوے سننے کے باوجود سود خوری سے کیوں باز نہیں آتے؟ بظاہر اس کی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں:

پہلی یہ کہ آج کا مسلمان مال کی شدید محبت میں مبتلا ہو چکا ہے ایسی محبت جس نے اسے اندھا اور بہرا کر دیا ہے اور اس کے لئے حلال اور حرام جیسی اصطلاحات بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں، ہر شخص کی یہ سوچ بن گئی ہے کہ مال آنا چاہئے خواہ وہ کسی بھی طریقے سے آئے، حلال سے آئے یا حرام سے آئے اور مال کی محبت ہی وہ خطرناک فتنہ ہے جسے رسول

ذکرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

پڑوسیوں کا خیال ۔3

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: پڑوسی کا لفظ مسلم وکافر، عابد وفاسق، دوست ودشمن، غریب الوطن وہم وطن، نافع وضار، رشتہ دار وغیر رشتہ دار، قریب گھر والے اور دور گھر والے سب کو شامل ہے، البتہ ان کے مراتب ودرجات متفاوت ہیں، پہلے اوصاف جس پڑوسی میں جتنے زیادہ پائے جائیں گے، اس کا مرتبہ اسی لحاظ سے اتنا اعلی ہوگا، اور جس میں دوسرے قسم کے اوصاف جتنے زیادہ ہوں گے اس کا مرتبہ اتنا ہی ادنی ہوگا، لہٰذا ہر پڑوسی کا حق اس کے حسب حال ادا کیا جائے گا۔(فتح الباری،۱/۱۴۴۱رقم ۶۱۰۶)

پڑوس کی حد : حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ پڑوس اور جوار کی حد کے بارے میں اختلاف ہے، حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جو اذان کو سنے وہ مسجد کا پڑوسی ہے، اور کہا گیا ہے کہ جو شخص مسجد میں تمہارے ساتھ فجر کی نماز پڑھے وہ پڑوسی ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ پڑوسی کی حد ہر جانب سے چالیس گھر ہے، اور امام اوزاعی سے بھی اسی کے مانند مروی ہے اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت حسن سے اسی طرح کا قول نقل کیا ہے، اور طبرانی نے بسند ضعیف حضرت کعب بن مالک سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ''ألا إن أربعين داراً جار ''سن لو بے شک چالیس گھر پڑوسی ہیں، اور ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ پڑوس چالیس گھر ہیں؛ دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے، اس قول میں ایک احتمال تو یہی ہے کہ ہر چہار جانب میں چالیس چالیس گھر مراد ہیں، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مجموعہ چالیس ہے یعنی ہر ہر جانب سے دس دس گھر مراد ہیں۔(فتح الباری ۱۰/۴۴۷)

بہر حال آیت کریمہ میں ''الجار ذی القربی ''اور ''الجار الجنب'' کا ذکر آیا ہے، ان کی تاویل وتفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ''الجار ذی القربی '' سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان سے متصل رہتا ہے اور ''الجار الجنب'' سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ ''جار ذی القربیٰ'' سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی، اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے، اور جار جنب سے مراد وہ شخص ہے جو صرف پڑوسی ہو رشتہ دار نہ ہو، اس لیے اس کا درجہ مؤخر رکھا گیا ہے۔ (جاری)

www.khanqah.in

مہلک روحانی اَمراض۔ طمع، حرص اور شہوت

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی۔ مدظلہ العالی

شہوت کا توڑ

اب یہ شہوت یہ شرم وحیا کی وجہ سے دَبی رہتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ''ان شہوۃ نسائکم خصا علی شہوۃ رجال'' (عورتوں میں یہ اشتہاء مردوں کی نسبت زیادہ رکھی گئی ہے)۔

نوجوانوں کے نام - 9

بلکہ ایک حدیث پاک میں آیا ہے: ''عورت میں شہوت مردوں کی نسبت ننانوے گنا زیادہ رکھی گئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں حیا رکھ دیا)۔

اللہ ربّ العزت نے عورتوں پر حیا غالب کردیا، اس حیا کی وجہ سے یہ شہوۃ ان کو بہت زیادہ بے قابو نہیں ہونے دیتی تو گویا اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ حیا ایک ایسی نعمت ہے کہ اگر بندے کے اندر ہو تو وہ اس کی شہوت کو قابو میں رکھتی ہے۔ اسلئے حدیث پاک میں فرمایا: ''اذا فاتک الحیاء اعمل ماشئت'' جب حیا تجھ سے رخصت ہوجائے تو جو چاہے کرتا رہے ہتو اللہ ربّ العزت سے حیا والی نعمت مانگنی چاہیے، تاکہ ہمارے اندر جو یہ ایک تقاضا ہے یہ دائرہ شریعت کے اندر ہی رہے۔ کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کرے جو شریعت کے خلاف ہو۔

شہوت پر کنٹرول

شہوت وہ شیرینی ہے، جو اپنے چکھنے والے کو ڈس لیا کرتی ہے۔ جو اس لائن پر چلا، اس کا نتیجہ بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا: شہوت کے کیڑے کو ابتدا میں مار ڈالو۔ اس کا مارنا آسان ہے، گر نہیں مارو گے تو یہ کیڑا اژدھا بن کر ایک دن تمہارے گلے میں کنڈلی ڈالے گا۔ جو اس راستے پر چل پڑا، اس کا واپس آنا پھر بڑا مشکل ہوجاتا ہے۔

شہوت کی کوئی حد نہیں

جیسے کھانے پینے کی کوئی حد نہیں، شہوت کی بھی کوئی حد نہیں، جتنا اس کو استعمال کریں گے، یہ بڑھتی جائے گی، تسلی کبھی نہیں آئے گی۔ جس طرح پیٹو آدمی کو دس روٹیاں کھا کر بھی بھوک لگی رہتی ہے، اسی طرح شہوت کے تقاضے کو بھی انسان جتنی مرضی دفعہ پورا کرے، اس کو پھر بھی اپنے اندر اس کی بھوک محسوس ہوگی۔

اس کا تعلق انسان کی عادت کے ساتھ ہے۔ جیسے ایک روٹی کی عادت بنالے انسان اسی پر خوش ہوتا ہے۔ دو کی عادت بنالے تو اس پر خوش۔ اسی طرح انسان کی شہوت کا تعلق ہے۔ جو معمول انسان اپنی طبیعت پر بنالے۔ طبیعت اسی پر سیٹ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا نیکوکار لوگ اعتدال کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں اور بدکار لوگ اپنی شہوت کی قوت کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرکے جوانی کے اندر بوڑھے ہوکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی لئے عقل مند لوگ اس جذبے کو اعتدال میں رکھتے ہیں۔

شہوت ختم کرنے کا مقصد

بہت سے نوجوان شہوۃ ختم کرنے کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ بندے کو رغبت ہی نہ رہے، عورت دیوار کی مانند بن جائے۔ اس کا نام شہوت ختم کا ختم کرنا نہیں۔ اگر عورت دیوار کی مانند ہوجائے تو پھر اس کو اس پر اَجر کیا ملے گا؟ اگر کوئی اندھا کہے کہ میں غیر محرم سے نگاہوں کی حفاظت کرتا ہوں تو کے اس کو ثواب ملے گا؟ ہرگز نہیں، کیونکہ وہ تو دیکھ ہی نہیں سکتا۔ اس کو کیا اَجر ملا۔ اگر کوئی نابالغ بچہ یہ کہے کہ میں زنا سے پرہیز کرتا ہوں تو کہیں گے کہ تیرے اندر تو تقاضا ہی نہیں۔ اجر تب ملتا ہے جب انسان اس تقاضے کو دَباتا ہے۔ تو شہوت ختم کرنے سے مراد یہ ہے کہ شہوت کا بے جا تقاضا ختم ہوجائے۔ اور جو دائرہ شریعت کے اندر ہے، اس طریقے سے انسان اپنے تقاضے کو پورا کے مطمئن ہوجائے، یہ شہوت کا ختم کرنا ہے، اس سوچ میں نہ رہے کہ کوئی ایسا ذکر ہوگا کہ اس کے بعد عورت کی طرف دیکھیں گے بھی تو دیوار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، ایسے کبھی نہیں ہوگا، اس کو دائرہ شریعت کے اندر لے آنا اس شہوت کو ختم کرنے کا دوسرا نام ہے۔ کیونکہ جب یہ دائرہ شریعت کے اندر آگئی تو اَب یہ باعث عذاب ہونے کی بجائے باعث اَجر بن گئی۔

ضروری گذارش

اگلے ہفتہ یعنی 25 اپریل 2014 جمعۃ المبارک کو ہفتہ وار مبلغ کے دفتر میں تعطیل رہے گی۔ لہٰذا مبلغ کے قارئین کرام اُس شمارہ کا انتظار نہ فرماویں۔ مدیر

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اِسلام کی نظر میں

حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ - 8

ابوحنظلہ۔ کولگام

زُہد وتقویٰ

صاحب اعلام الاسلام لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہؓ کی ایمانداری اور ان کے زُہد وتقویٰ سے واقف تھے۔ اس لئے ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اور کیوں نہ کرتے جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظاہر وباطن دونوں یکساں تھے۔ جیسا کہ حضرت قصبیہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں معاویہؓ کے ساتھ رہا ہوں، ان کے ساتھ اُٹھا بیٹھا ہوں، ان سے بہتر محبوبِ رفیق کسی کو نہیں پایا اور نہ ظاہر وباطن میں یکساں کسی کو دیکھا۔ (مؤطا امام مالک:۱۸۱)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اپنی تالیف کتاب الزہد میں حضرت معاویہؓ کی زاہدانہ زندگی پر روشنی ڈالنے کیلئے ایک روایت یوں نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ جامع مسجد دمشق میں خطبہ دے رہے تھے اس وقت دیکھا گیا تو ان کے جسم مبارک پر جو کُرتہ تھا وہ بوسیدہ اور پھٹا ہوا تھا۔ (طبری جلد۲/۱۵۹، تاریخ الخلفاء:۲۸) یہ ان معاویہؓ کے لباس کا حال ہے جنہیں کہا جاتا ہے کہ وہ ریشم اور حریر استعمال کرتے تھے۔

حضرت امام ترمذیؒ ابواب الزہد کے ذیل میں ایک طویل روایت لائے ہیں جس سے حضرت معاویہؓ کے زہد وتقویٰ اور خشیت وعبادت کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے۔ (کتاب الزہد:۱۷۲)

عبادت وریاضت

حضرت معاویہؓ کی عبادت وبندگی کا حال پوچھنا ہو تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ فرماتے ہیں کہ ''معاویہؓ کی برائی نہ کرو، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ راتوں کو اُٹھ کر اللہ کے حضور اپنی پیشانی رگڑتے ہیں۔'' (ترمذی شریف، باب الزہد) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے کسی شخص کی نماز حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مشابہ نہیں دیکھی، سوائے معاویہ ابن سفیان رضی اللہ عنہم کے''۔ (قاموس الاصفام جلد۲/۱۴۲، المتقی:۳۸۹، تطہیر الجنان:۴۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرائض کے علاوہ نوافل اور سنتیں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ صاحب مروج الذہب لکھتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مغرب کی اذان سننے کے بعد مسجد میں آجاتے اور نماز پڑھانے کے بعد چار رکعات نماز الگ سے پڑھتے اور وہ بھی اس اہتمام سے کہ ہر رکعت میں پچاس پچاس آیات تلاوت فرماتے۔'' (منہاج السنہ:۳/۱۵۸) علامہ حسن ابراہیم اسماعیل لکھتے ہیں کہ معاویہؓ اپنے دن کو اللہ کے کاموں کیلئے تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ فجر کی نماز پڑھ چکتے تو اندر جا کر اپنا مصحف (قرآن پاک) لاتے اور اس کے اجزاء کی تلاوت فرماتے، پھر گھر والوں کو شریعت پر عمل پیرا ہونے کے طریقے بتاتے۔'' (مروج الذہب جلد۴/۴۲۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نفل نمازوں کی طرح نفل روزوں کی بھی بہت پابندی کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا: ''اے لوگو! آج عاشورہ کا دِن ہے اور یہ روزہ فرض نہیں ہے۔ میں نے روزہ رکھا ہے تمہارا جی چاہے تو تم بھی روزہ رکھو۔'' (اعلام الاسلام:۲۷۷)

معلومات کا ذخیرہ کیجئے

سوال: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر مبارک پر پانی کس نے چھڑکا اور کتنا چھڑکا، کدھر سے شروع کیا تھا؟

جواب: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چھڑکا ایک مشک چھڑکا اور سرہانے کی طرف سے شروع کیا تھا۔ (نشر الطیب:۲۰۶)

سوال: وہ کونسے صحابی ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضرت اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں پڑھائی؟

جواب: وہ صحابی حضرت سہل بن بیضاء رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ:۱/۱۴۵)

سوال: آپ کے دست مبارک سے دفن ہونے کا شرف پانے والے صحابی کون ہیں؟

جواب: حضرت عبداللہ ذوالبجادتین رضی اللہ عنہم ہیں۔ (ترمذی، ہدایہ)

سوال: کیا کوئی آدمی ایسا بھی ہے جسکو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بدستِ خود نیزہ مارا ہو اور اس سے وہ ہلاک ہوگیا ہو؟

جواب: وہ ایک کافر ہے جس کا نام ابی بن خلف ہے، غزوۂ اُحد میں آپؐ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (بخاری شریف)

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: دورِحاضر میں پچھلے زمانے کے بمقابل ہر طرح کی آسائش اور ہر طرح کی سہولیات میسر ہیں لیکن اگر دیکھا جائے تو انسان طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہے؟ کیا کوئی صورت ہے کہ انسان دُنیاوی طور پر اطمینان اور سکون حاصل کرسکتا ہے؟

محمد اشرف شیخ۔نزدیک بس اسٹینڈ خانصاب بڈگام

جواب: وباللہ التوفیق۔ زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نظر ڈالی جائے تو پوری دنیا میں ایسا کوئی خطہ دکھائی نہیں دیتا جہاں لوگ بے اطمینانی کی لپیٹ میں نہ ہوں۔بے اطمینانی کی اسی کیفیت نے زندگی کو بدمزہ بنادیا ہے۔اور لوگ اطمینان کی تلاش میں جہاں اخلاق سوز و بے راہ روی کی ڈگر اختیار کرتے ہیں وہاں بے اطمینانی سے نجات پانے کے لئے کبھی کبھی خودسوزی کا انتہائی اقدام بھی اُٹھاتے ہیں۔آج بے اطمینانی کی یہی تاثیر پوری دنیا میں محسوس کی جارہی ہے ۔خودکشی ، آبروریزی اور اِسی قبیل کے دوسرے جرائم کی تعداد اُس حد تک بڑھ گئی ہے جس پر ہر ذی حس انسان میں تشویش کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ یہ جرائم کہیں کم ہیں اور کہیں ان کی شدت زیادہ ہے۔ قومی اور بین الاقوامی تنظیمیں بے اطمینانی کی اس موجودہ لہر کی لاکھ تو جیہات بیان کریں مگر اس کیفیت کی وقوع کی اصل ذمہ داری خود انسان پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اس بات سے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ دین سے دوری انسان کو اپنے مقصد حیات سے غافل کردیتی ہے اور جب انسان کے پاس کوئی مقصد حیات ہی نہ ہو تو اُس کا بے اطمینان ہونا اچھنبے کی بات نہیں۔

مادی فائدوں کے حصول کو مقصدِ حیات نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ محض تمناؤں کی تکمیل کی دوڑ دھوپ ہوتی ہے جو انسان کو اپنے اصل مقصد سے توجہ ہٹاتی ہے اور وہ بے اطمینان رہتا ہے۔جہاں تک مسائل کا تعلق ہے۔انہیں بھی بے اطمینانی کی کیفیت سے نہیں جوڑا جاسکتا ہے۔مسائل اور انسان کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کچھ اس طرح جُڑا ہے کہ انسانی زندگی سے اگر مسائل علیٰحدہ کئے جاتے ہیں تو انسان ہی باقی نہیں رہتا۔مسائل کے لئے انسان کی موجودگی لازم ہے اور انسانی زندگی متحرک رکھنے کے لئے مسائل کی ضرورت ہے۔انسان چونکہ خود ایک مسئلہ ہے اس لئے اس کا مسائل سے الگ ہونا یا رہنا حقیقت سے بعید والی بات ہے۔مگر ہر چیز کے لئے ایک حد اور ایک اعتدال کی حالت ہوتی ہے جب کوئی چیز حد سے تجاوز کرجاتی ہے اور اعتدال کی سرحدوں کو توڑتی ہے تو بے اطمینانی دبوچ لینے کے لئے آگے آتی ہے۔مسائل دل کی دھڑکن کی طرح ہیں جس کے لئے ایک خاص رفتار اور مقدار ہونی چاہئے۔

بہرحال یہاں ہم یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ بے اطمینانی کا اصل سبب انسان کا دین سے دوری ہے اور یہیں سے دل میں فتنے اور دماغ میں فسادات شروع ہوتے ہیں۔آج سے تقریباً تیرہ سال قبل کشمیر کے ایک معروف نفسیاتی معالج اور سابق ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ مرحوم ڈاکٹر عبدالاحد بیگ نے ایک اخباری انٹرویو کے دوران اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ انسان کے اندر اندر بے اطمینانی کا اصل سبب دین سے دوری ہے۔اُنہوں نے کہا تھا کہ:''نفسیاتی امراض کا دباؤ ایک عالمی مسئلہ ہے۔فکر وتشویش میں اضافہ ہوا ہے۔جس سے نفسیاتی اُلجھنیں پیدا ہورہی ہیں۔مادیت اور مادہ پرستی نے بھی انسان کا آرام و سکون چھین لیا ہے۔انسان غیر تسلی بخش زندگی گزار رہا ہے۔لالچ ،حرص وحوس اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کا روگ آدمی کو بے چین اور بے حال کئے ہوئے ہے۔انسان کی زندگی سے مذہب کا عمل دخل بھی کم رہ گیا ہے۔مذہب سے دوری انسان کی بے بسی اور بے اطمینانی کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ روحانیت سے انسان کو جو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اسے مادیت نے غارت کردیا۔آج خودکشی کرنے والوں میں زیادہ تعداد اُن لوگوں کی ہیں جو لادین ہیں۔جو خدا، روح اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے''۔اطمینانِ قلب ایمان کے بغیر نصیب نہیں ہوسکتا۔علامہ یوسف القرضاوی اپنے ایک عربی مضمون میں فرماتے ہیں کہ:''دنیا میں اصحابِ علم اور اربابِ فن موجود ہیں۔قوت و طاقت رکھنے والوں کی کمی نہیں۔حسن و جمال کے پیکر بھی پائے جاتے ہیں۔ بے حساب خزانوں کے مالک قارون بھی ہیں۔اور باجبروت شہنشاہوں کے اقتدار کا ڈنکا بھی بج رہا ہے۔ان سے پوچھئے کیا وہ اطمینانِ قلب کی دولت سے مالا مال ہیں؟ جواب یقیناً نفی میں ملے گا۔اور یہی منفی جواب حقیقت کے اثبات

اطمینان قلب مادیت سے نہیں روحانیت سے حاصل ہوسکتا ہے

کے لئے کافی ہے کہ مذکورہ صفات اور انعامات بجائے خود کتنے ہی قابل قدر ہوں، اطمینانِ قلب کا بدل ہرگز نہیں بن سکتے۔سکونِ قلب کی جنس نایاب کا مصدر و منبع صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے ایمان باللہ۔ایسا ایمان جو صادق و عمیق ہو جسے شک نے مکدر نہ کردیا ہو اور نفاق جس میں فساد نہ پیدا کرچکا ہو۔سکینت ایک عطیہ ربانی ہے جو اہلِ زمین میں سے صرف مؤمنین کے دلوں پر نازل ہوتا ہوئے ہے۔انسان کی زندگی سے مذہب کا عمل دخل بھی کم رہ گیا ہے ۔ مذہب سے دوری انسان کی بے بسی اور بے اطمینانی کی صورت میں سامنے آتی ہے۔روحانیت سے انسان کو جو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اسے مادیت نے غارت کردیا۔آج خودکشی کرنے والوں میں زیادہ تعداد اُن لوگوں کی ہیں جو لادین ہیں۔جو خدا، روح اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے''۔

اطمینانِ قلب ایمان کے بغیر نصیب نہیں ہوسکتا۔علامہ یوسف القرضاوی اپنے ایک عربی مضمون میں فرماتے ہیں کہ:''دنیا میں اصحابِ علم اور اربابِ فن موجود ہیں۔قوت و طاقت رکھنے والوں کی کمی نہیں۔حسن و جمال کے پیکر بھی پائے جاتے ہیں۔بے حساب خزانوں کے مالک قارون بھی ہیں۔اور باجبروت شہنشاہوں کے اقتدار کا ڈنکا بھی بج رہا ہے۔ان سے پوچھئے کیا وہ اطمینانِ قلب کی دولت سے مالا مال ہیں؟ جواب یقیناً نفی میں ملے گا۔اور یہی منفی جواب حقیقت کے اثبات کے لئے کافی ہے کہ مذکورہ صفات اور انعامات بجائے خود کتنے ہی قابل قدر ہوں، اطمینانِ قلب کا بدل ہرگز نہیں بن سکتے۔سکونِ قلب کی جنس نایاب کا مصدر و منبع صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے ایمان باللہ۔ایسا ایمان جو صادق و عمیق ہو جسے شک نے مکدر نہ کردیا ہو اور نفاق جس میں فساد نہ پیدا کرچکا ہو۔سکینت ایک عطیہ ربانی ہے جو اہلِ زمین میں سے صرف مؤمنین کے دلوں پر نازل ہوتا ہے۔تاکہ جب لوگ مضطرب ہوں تو وہ خاطر جمع رکھیں۔جب لوگ غضبناک ہوں صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور جب لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں تو وہ یقین کی دولت سے سرشار رہیں۔یہی سکینت تھی جس سے ہجرت کے روز رسول اللہ ؐ کا سینہ مبارک معمور تھا۔جب آپؐ نے اپنے ساتھی کی پریشانی اور گھبراہٹ پر فرمایا:''اے ابو بکرؓ تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ ہے''۔نیز یہ کہ ''گھبراؤ نہیں ۔اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔مؤمن فطرت کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔وہ ہمیشہ فطرت سے ہم آہنگ رہتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ انسانی فطرت دو چیزوں سے عبارت ہے۔مشتِ خاک اور روحِ پاک۔وہ ہر معاملہ میں جانب خاک ہی میں نہیں جھکا رہتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اندھے بہرے مادے کے پاس آرام حیات کا کوئی علاج نہیں۔وہ مادی احتیاجات کی تسکین کے ساتھ روح کے تقاضوں کو بھی بہ طریق احسن پورا کرتا ہے کیونکہ سکون و دولت تو اسے روح کے تقاضوں کو پورا کرنے سے ہی مل سکتی ہے''۔اسی بے اطمینانی کے تعلق سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں سورہ توبہ کی ۳۸ آیت ، جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''نفع اُٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا۔۔'' کی تفسیر لکھتے میں ہیں کہ''بڑی فکر آخرت کی دائمی زندگی کی چاہئے اور یہ فکر آخرت ہی درحقیقت سارے امراض کا واحد اور مکمل علاج ہے اور انسداد جرائم کے لئے بے نظیر نسخہ اکیسر ہے۔عقائد اسلام کے بنیادی اصول تین ہیں۔توحید، رسالت اور آخرت۔ان میں عقیدۂ آخرت درحقیقت اصلاح عمل کی روح اور جرائم اور گناہوں کے آگے ایک آہنی دیوار ہے۔اگر غور کیا جائے تو بدیہی طور پر معلوم ہوگا کہ دنیا میں امن وسکون اس عقیدہ کے بغیر قائم ہی نہیں ہوسکتا۔آج کی دنیا میں مادی ترقیات اپنے شباب کو پہونچی ہوئی ہے۔جرائم انسداد کے لئے بھی ملک وقوم میں مادی تدبیروں کی کوئی کمی نہیں۔قانون کی جکڑ بندی اور اس کی لئے انتظامی مشینری روز بہ روز ترقی پر ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی آنکھوں دیکھا حال ہے کہ جرائم ہر جگہ اور ہر قوم میں روز بہ روز ترقی ہی پر ہیں۔ہماری نظر میں اس کی وجہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ مرض کی تشخیص اور علاج کا رُخ صحیح نہیں۔مرض کا سرچشمہ مادہ پرستی اور مادیت میں انہماک اور آخرت سے غفلت واعراض ہے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت اکثر جمعہ کے روز کرائی جاتی ہے، لیکن خصوصاً ۱۲؍ربیع الاوّل کے موقع پر اس کی زیارت کو ضروری کردی گئی ہے، دور دراز سے لوگ آتے ہیں، بارہ ربیع الاوّل صرف مردوں کیلئے مقرر کیا گیا جبکہ ۱۳، اور ۱۴؍تاریخیں عورتوں کیلئے متعین ہیں تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

شیخ محمد لطیف۔لال بازار سرینگر

جواب: وباللہ التوفیق: بے شک! موئے مبارک اور تبرکات نبویہ موجب خیر وبرکت ہیں، اور اس زیارت سے اجر وثواب ملتا ہے، لیکن اس میں غلو اور زیادتی کی جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حد سے بڑھ جانا، چاہے اعتقاداً ہو خواہ عمل میں، بہت بُرا اور سبب عذاب ہے، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''حجر اسود'' کو خطاب کرکے فرمایا کہ بیشک تو ایک پتھر ہے نہ تو نفع بخش ہے اور نہ ضرر رَساں! اور آپ رضی اللہ عنہ نے اُس درخت کو جس کی تعریف وتوصیف قرآن شریف میں ہے، اسلئے کٹوادیا کہ لوگ اسکی زیارت میں حد سے زیادہ اہتمام کرنے لگے تھے، اسی طرح آپؓ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہے، وہاں لوگوں کو اہتمام کے ساتھ نماز کو جاتے ہوئے دیکھ کر منع فرمایا اور فرمایا کہ تم سے اگلے بھی اور اسیطرح انبیاء کے آثار کی پیروی کرنیکی وجہ سے برباد ہوگئے۔(البلاغ المبین صفحہ ۷)

اسی طرح تبرکات کی زیارت کا بھی اہتمام ہوتا ہے، دور دراز سے لوگ آتے ہیں، بے نمازی، فاسق فاجر اور بے پردہ عورتیں زیادہ ہوتی ہیں، بے حیائی اور بے شرمی کی بھرپور نمائش ہوتی ہے، اس میں اعتقادی اور عملی بے شمار خرابیاں ہیں لہٰذا طریقۂ مذکور کو ترک کرنا ضروری ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے زمانہ کی عورتوں کے متعلق فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس زمانہ کی عورتوں کے متعلق فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ اس زمانہ کی عورتوں کو دیکھتے تو ان کو مسجد میں جانے سے منع فرماتے۔تبرکات سے برکات حاصل کرنے کا صحیح اور جائز طریقہ یہ ہے کہ بلاتعین تاریخ اور بلا اہتمام اجتماع جب دِل چاہے زیارت کرے کرائے۔//

بقیہ صفحہ 7 پر......

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین و مراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

حضرت ربیعہ بن فروخ الرَّائی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۂ اولیاء-1

﴿میں نے ربیعہ بن فروخ الرائیؒ سے بڑھ کر سنت رسول ﷺ کا حافظ اور محافظ اور کوئی نہیں دیکھا﴾

حضرت ربیعہ بن زیاد کی کشور کشائی: یہ سن ۱۵ھ ہے۔ غازیانِ اسلام کے جیوش مشرق و مغرب میں ہر طرف بڑھے چلے جارہے ہیں۔ ان کی یلغار کا واحد مقصد خدا کی زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کرنا ہے۔ یہ حیاتِ بشری کی درست بنیادیں رکھنے والا عقیدۂ توحید لے کر جارہے ہیں۔ ایک ایسا ضابطہ حیات لئے آگے بڑھ رہے ہیں جو انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے والا ہے۔

انسانوں پر انسان کی حکمرانی ختم کرکے صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی حکمرانی قائم کرنے والا۔ یہ دیکھئے خراساں کا امیر، سیستان کے فاتح، فتح و ظفر کے علمبردار، غازیانِ اسلام کے قائد، جلیل القدر صحابی ربیع بن زیادؓ، اس لشکر کے سالار ہیں اور ان کا بہادر و شجاع غلام فروخ ان کے ساتھ ہے۔

اللہ کے فضل و کرم سے سیستان اور کئی دوسرے علاقوں کو فتح کر لینے کے بعد اُنھوں نے ارادہ کرلیا ہے کہ وہ اپنی حیات مستعار کو دریائے سیحون کے پار اس خطہ ارض کی چوٹیاں سر کرنے اور ان پر کلمہ توحید کا پھریرا لہرانے میں صرف کریں۔ جسے ماوراءالنہر کہتے ہیں۔

حضرت ربیع بن زیادؓ نے یہ معرکہ سر کرنے کے لئے پورا سامانِ جنگ فراہم کیا ہے اور ساتھ ہی ایک عجیب بات یہ کی ہے کہ اپنے دشمن کے مقابلے کے لئے مقررہ وقت اور جگہ سے آگاہ کردیا ہے۔

فتح مبین : جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور گھمسان کا رَن پڑا تو حضرت ربیعؓ اور آپ کے مجاہدین اس آزمائش کی گھڑی میں بامردی کے ساتھ دشمن پر پرٹوٹ پڑے۔ تاریخ ان کے اس کارنامے کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتی رہے گی۔ اس معرکہ حق و باطل میں آپ کے غلام فروخ نے شجاعت و بہادری کے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور دشمن کا مقابلہ اس دلیری سے کیا کہ حضرت ربیعؓ کو بھی اس پر تعجب و حیرانی ہوئی۔ اُن کے دل میں اس کی قدر و قیمت پہلے کے نسبت کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ اس معرکے میں بالآخر مسلمانوں کو نہایت شاندار فتح نصیب ہوئی۔ دشمنانِ اسلام کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ مسلمانوں نے دریائے سیحون کو عبور کرلیا جو ترکی کی طرف سے پیش قدمی میں حائل تھا۔ نیز چین کی طرف آگے بڑھنے اور مملکت صنعد میں داخل ہونے سے روکے ہوئے تھا۔

میدانِ جنگ میں فتح و شکست کے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں، لیکن اس فاتح لشکر کی شان نرالی ہے۔ جیسے ہی یہ غازی دوسری طرف پہنچے انہوں نے دریائے سیحون میں بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ وضو کیا اور قبلہ رخ خدا کی حضور میں کھڑے ہوکر نمازِ شکرانہ ادا کیا۔ یہ فرض ادا کرنے کے بعد سپہ سالار نے اپنے غلام فروخ کو اس کی جرأت و بہادری اور شاندار کارنامے پر شاباشی دی اور اسے آزاد کردیا۔ نیز مالِ غنیمت میں سے اس کا حصہ اسے عطا کیا اور وہ اپنے عظیم قائد و سپہ سالار کے عطا کردہ بہت سے انعامات اور ان کے بڑھ کر بیش بہا آزادی کی نعمت لئے اور اپنے کارہائے نمایاں کی بیشمار یادوں اور جرأت و بہادری کے بیشمار تذکروں کے جُلو میں اور کامرانی کا مرصع تاج سر پر سجائے مدینہ منوّر آ گیا۔

شادی : فروخ جب مدینۃ الرسول (ﷺ) سے رخصت ہوا تھا تو عمر کی تیس بہاریں بیت چکی تھیں۔ اب جہاد سے واپسی کے بعد ارادہ کیا کہ مستقل رہائش کے لئے مکان بنائے اور کسی موزوں عورت سے شادی کرکے آرام و سکون سے زندگی بسر کرے، چنانچہ اس نے مدینے میں ایک اوسط درجے کا مکان خریدا اور ایک عقلمند، خوش اخلاق اور دیندار عورت سے نکاح کرلیا۔ یہ خاتون سن و وجاہت میں ہر لحاظ سے اس کی ہمعصر اور ہم پلہ تھی۔ کتنا خوش نصیب تھا فروخ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے ایک گھر عطا کیا اور پھر بیوی کی رفاقت میں اپنی توقع اور اُمید سے کہیں بڑھ کر پُرسکون زندگی گذارنے کا موقعہ بخشا۔

یہ نیک بیوی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اپنے اخلاق جمیلہ اور اوصافِ حمیدہ کے باعث اس مؤمن شہسوار کے لئے سایہ رحمت تھی۔ دونوں ایک کیف و سرور کے عالم میں زندگی گزار رہے تھے۔ البتہ فروخ کے دل میں کبھی کبھی یہ جذبہ انگڑائی لیتا تھا کہ ایک بار پھر راہ خدا میں نکلے اور اپنی تلوار کے جوہر دکھائے۔ لیکن موجودہ زندگی کا حسن اس ارادے کو جامہ عمل نہ پہننے دیتا تھا۔ اور دن اسی طرح گزرتے جارہے تھے۔

ایک جمعہ میں فروخ نے مسجد نبویؐ کے خطیب کی تقریر سُنی۔ جس میں اُنہوں نے اکثر غزوات میں اسلامی افواج کی کامیابیوں کی خوش خبری سنائی اور سامعین کے اندر جذبہ جہاد کو اُبھارا۔ اور غلبہ دین کے لئے جامِ شہادت نوش کرنے اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ فروخ اپنے گھر لوٹا، تو یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ عیش و آرام کی یہ زندگی ترک کرکے ایک بار پھر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے گا۔ چنانچہ اس نے اپنی بیوی سے اس عزم و ارادے کا ذکر کیا۔

بیوی نے کہا: ''اے ابوعبداللہ! آپ کا ارادہ ہر لحاظ سے مبارک ہے۔ لیکن مجھے اور اس جنین کو جو میرے پیٹ میں ہے۔ کس کے سہارے چھوڑیں گے؟ آپ مدینہ میں ایک اجنبی آدمی ہیں۔ نہ یہاں آپ کا کوئی عزیز رشتہ دار ہے۔ نہ کوئی قبیلہ و خاندان۔'' ''میں تجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کرکے جا رہا ہوں۔ اسبابِ دنیا سے یہ تیس ہزار دینار بھی دیئے جارہا ہوں۔ اس رقم خطیر کو اپنی ضرورت اور اپنے بچے کی پرورش و نگہداشت پر معروف طریقے پر خرچ کرتی رہنا۔ تاوقتیکہ میں میدانِ جہاد سے فاتح و کامران لوٹوں یا اللہ تعالیٰ میرے مقدر میں جامِ شہادت لکھ دے جو میری دلی تمنا ہے۔''

ربیعہ کی ولادت اور تربیت : اس نیک سیرت اور بلند حوصلہ خاتون کے ہاں شوہر کے جہاد پر چلے جانے کے چند ماہ بعد بچہ پیدا ہوا۔ جو نہایت خوش شکل اور تندرست تھا۔ نہایت ہی خوبصورت چہرہ، پیارے پیارے خدو خال، اور دیکھنے والوں کو لُبھانے والا سراپا۔ بچے کو دیکھ کر ماں کو بے حد خوشی ہوئی۔ گویا بچے نے اس کے باپ کے فراق و جدائی کی تمام تکلفیں بھلا دیں۔ اس نے اس کا نام ربیعہ رکھا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، اوائل عمر میں ہی اس بچے کی شجاعت و ذہانت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس کے ایک ایک قول اور ایک ایک فعل سے ذہانت و فطانت ٹپکنے لگی۔ ماں نے اسے معلمین کے سپرد کردیا۔ اور تاکید کردی کہ اس کو اچھی طرح تعلیم دیں۔ اسی طرح اس کے مربی حضرات سے درخواست کی کہ وہ اسے اچھی طرح ادب و اخلاق سکھائیں اور جب ایسا اچھا ماحول میسر آیا تو بچے نے جلدی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔

پھر قرآن مجید حفظ کیا اور نہایت خوش الحانی کے ساتھ اس کی قرأت کرنے لگا۔ ایسا لگتا جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک سچا عاشق کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا ہے۔ قرآن حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی استطاعت کے مطابق حدیث رسول ﷺ کا کافی ذخیرہ اپنے سینے میں محفوظ کرلیا۔ نیز اشعار عرب میں سے جو بھی بہترین کلام یاد کیا جا سکتا تھا یاد کیا اور ضرورت کے مطابق دینی مسائل سے بھی آگاہی حاصل کرلی۔

ربیعہؒ کی والدہ نے بچے کے اساتذہ کو انعام و اکرام سے خوب نوازا۔ جیسے جیسے اپنے بچے کے علم و فضل میں ترقی دیکھتی۔ انعام و اکرام میں اضافہ کرتی جاتی۔ وہ اپنے شوہر کی واپسی کی شدت کے ساتھ منتظر تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ جلد آجائے اور اپنے پیارے لختِ جگر کی پیاری صورت دیکھ کر دل ٹھنڈا کرے۔ لیکن فروخ تھا کہ اس کی غیر حاضری طویل سے طویل تر ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ اس کے بارے میں مختلف قسم کی افواہیں پھیلنے لگیں۔ ''کوئی کہتا۔ کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں قیدی بن گیا ہے''۔ کوئی کہتا نہیں ''وہ بالکل آزاد ہے اور مصروف جہاد ہے''۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

بقیہ: تعلیمی مسائل...... صفحہ آخر سے آگے

دستور کی دفعہ ۲۹، اور دفعہ ۳۰ کے خلاف جن ریاستوں نے قدم اُٹھائے ان کے خلاف ہائی کورٹ نے جو ریمارک پاس کیے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں۔ بمبئی ایجوکیشن سوسائٹی کے فیصلے میں ۱۹۵۴ء میں بمبئی ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ: ''اسٹیٹ طلباء کے سرپرستوں کو مجبور نہیں کرسکتی کہ وہ اپنی اولاد کو وہ تعلیم دلائیں جسے حکومت مناسب سمجھتی ہو۔''

پھر دوسری جگہ فاضل جج لکھتے ہیں کہ: ''ایک جمہوریت شہری کے لیے جو چیز سب سے زیادہ قیمتی ہے اور جو اس کا حق ہے وہ آزاد خیالی ہے اور یہ مسلمہ ہے کہ خیالات کو کنٹرول کرنے کا آسان طریقہ نوجوانوں کی تعلیم پر کنٹرول کرنا ہے۔''

آپ اس فیصلہ کے الفاظ کو پھر پڑھیے اور انصاف کیجیے کہ دستور نے آپ کو آزادی فکر کا کیسا نادر موقعہ دیا ہے اور آپ نے اسے حاصل کرنے کے لیے کوئی جدوجہد کیوں نہیں کی۔ تاکہ آپ اپنے نوجوانوں کی بے راہ روی کو اپنے اخلاقی اصولوں کے ذریعہ کنٹرول کرسکتے اور یہ انارکی نہ پیدا ہوتی جو ہمارے سامنے ہے۔ ملاحظہ ہو اسی حق کے لیے ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں کس وضاحت سے لکھا ہے اس نے ۱۹۵۴ء میں لکھا تھا کہ:

''دفعہ ۳۰ ضمن الف میں اقلیت کو صرف تعلیمی ادارے قائم کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ اس کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کا بھی حق ہے۔ کسی حکومت کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ کسی اقلیت کو مجبور کرے کہ اس کے تعلیمی ادارے کس نوعیت کے ہوں۔''

یہ تو تھی بمبئی ہائی کورٹ کی تشریح جو ۱۹۵۴ء میں کی گئی تھی۔ اس کے بعد کیرالا ایجوکیشن بل پر سپریم کورٹ نے بحث کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے وہ حرف آخر ہے۔ فاضل ججوں نے ۱۹۵۸ء میں فرمایا ہے:

''ظاہر ہے کہ اقلیتیں یہ چاہتی ہیں کہ ان کے فرقے کے بچوں کو ایسے ماحول میں تعلیم دی جائے جو ان کی اپنی مخصوص تہذیب کی ترقی کے لیے سازگار ہو۔ دستور بنانے والوں نے اقلیتوں کے اس حق کو تسلیم کیا ہے اور اس کے خطرات کو دُور کرنے کے لیے دفعہ ۲۹، اور ۳۰ میں ان کو بنیادی حقوق دیئے ہیں۔''

یعنی اسکولوں کا ماحول اس کا نظام تعلیم اس کا طریقہ تربیت اقلیتوں کی پسند سے ان کی روایات کے مطابق ہوگا اور یہ ان کا ناقابل تنسیخ بنیادی حق ہے جسے کوئی حکومت غلط نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی مگر ایسا اس وقت ہوسکتا ہے جب ہماری ایجوکیشنل سوسائٹیاں زندہ ہوں۔ اور وہ ایک مرتبہ اپنی زندگی کا ثبوت بہم پہنچا دیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ:

(۱) تعلیمی پالیسی بناتے وقت دستور میں اقلیتوں کے دیئے حقوق کی رعایت کی جائے اور ان حدود میں رہ کر کام کیا جائے۔

(۲) ایسی تمام رکاوٹیں دُور کی جائیں جو اب تک تعلیم کو کنٹرول کرنے کے نام سے کی گئی ہیں اور اقلیتوں کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کے بنیادی حق سے محروم کردیا گیا ہے۔

(۳) اقلیتی اداروں کو نصاب تعلیم، نظامِ تعلیم اور اصول تربیت کی آزادی دی جائے اور اپنے رسم الخط اپنی تہذیب اور اپنی روایات کو عملی طور پر برتنے میں جو رکاوٹیں ہیں انھیں دُور کیا جائے۔

(۴) مسلمانان ہند اپنی ایجوکیشن سوسائٹیاں بنا کر آزادیٔ تعلیم اور آزادیٔ خیال حاصل کرنے کے لیے اقدام کریں اور اپنی نسلوں کو اپنا وارث بنانے کے لیے جو کچھ کرسکتے ہوں اس سے غافل نہ ہوں ورنہ ان کی ہستی خطرہ میں پڑ جائے گی۔

www.khanqah.in

چوں من دیگرے نیست

تحریر: حضرت مولانا حمید اللہ صاحب۔ دامت برکاتہم

قیامت حق ہے: آنحضور بوقت تہجد ایک عظیم دُعا میں فرماتے ''والسّاعۃ حق'' یعنی قیامت حق ہے۔ تمام انبیاء علیہم السّلام کا یہ مشترکہ پیغام (Common Message) رہا ہے کہ قیامت آئے گی، پھر اپنے ایمان کے تقاضے کے مطابق جزا وسزا کا قانونِ مکافات کے اثرات مشاہدہ کرے گا، مومنِ کامل جہنم میں جائے گا نہیں، مومنِ ناقص جہنم میں رہے گا نہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ جدید سائنس کے مطابق کائنات میں جو طبعی اور کیمیاوی عمل جاری ہے ایک دِن یہ (law of Entropy) کے تحت اختتام کو پہنچے گا، کائنات (Collapse) ہوجائے گی، سب نیست و نابود ہوجائیں گے، اُس کے بعد کیا ہوگا؟ سائنس ٹیکنالوجی، فلسفہ کوئی بھی یہاں رہبری نہیں کرسکتا، بس علوم انبیاء علیہم السّلام کا مرکز اور سرچشمہ یعنی قرآنِ کریم اور اس کی شرح سنت رسول (ﷺ) میں اس کی تفاصیل (Details) کمی بیشی کے بغیر واضح ہیں، وہ دِن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور بے انتہا ہولناک حالات کا سامنا ہوگا، سایہ عرش گناہوں سے بچنے والوں اور نفس کے ساتھ مخالفت کرنے والوں کیلئے فراہم کیا جائے گا، اُن حضرات کیلئے یہ مدّتِ مدید مدّتِ قلیل میں تبدیل کی جائے گی، انّ اللہ علیٰ کلّ شئ قدیر۔ تو اس وقت معلوم ہوگا کہ نماز اور دیگر فرائض اسلام پر قائم رہنے والوں کو بے شمار رحمتوں سے ڈھانپ لیا جائے گا، حسرت والے حسرتوں میں موت پر موت مریں گے، اُن کا پُرسانِ حال نہیں ہوگا، اور وہ بے چینی اور سختی بے ایمانوں کیلئے دائمی ہوگی، عیاذاً باللہ۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ نیکوں کیلئے ایسا محسوس ہوگا جیسا کہ ایک نماز سے فارغ ہوکر مومن دوسری نماز کا انتظار کررہا ہو، اُس دِن سب لوگ ننگے ہوں گے مگر حادثۂ قیامت اتنا شدید ہوگا کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ بچے میں جب ہی شعور آجائے تو اُسے اللہ اور رسول (ﷺ) اور دین کی موٹی موٹی باتیں بتانا شروع کرنا چاہیے، ایمان اس کیلئے فرض ہے، شعور سے ہی ایمان کی فرضیت قائم ہوجاتی ہے، اور نماز سات سال کی عمر میں سکھانا شروع کرنا چاہیے، اور دس سال کے بعد اگر نہ پڑھے تو اس کو پیٹنا چاہیے۔ (مفہوم حدیث)

سادے کھانے کا بھی اَدب کرنا چاہیے: جامع المجدد حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت موانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے (صالح علماء اور مومنین کی زیارت کرنی ہی چاہیے) ایک موقع پر بے تکلّفی کی وجہ سے ماحضر پیش کیا گیا، تو انہوں نے پوچھا، کھانا کیا ہے؟ حضرت تھانویؒ نے جواب میں فرمایا: روٹی اور ارہر کی دال ہے، فرمایا الحمدللہ بہت اچھا کھانا ہے۔ ہمارے گھروں میں بہت سی نعمتیں ہوتی ہیں اور پھر بھی اللہ پاک کا شکر نہیں کرتے، وجہ یہی ہے کہ ہم دینی تربیت سے اور اللہ کی معرفت ومحبت سے دُور ہیں، ایک منٹ کیلئے سوچو تو سہی، اگر ہزاروں سائنسدان جمع ہوں تو ایک برگ ساگ کا بھی پیدا نہیں کرسکتے، کشمیر کی نعمتیں عجیب وغریب ہیں، مگر یہاں کے لوگ بھی عجیب وغریب ہیں۔ ھدانا اللہ اجمعین۔ اس طرح انہوں نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو تربیت دے دی کہ اس چھوٹی نعمت کا بھی اللہ پاک کا شکر کرنا چاہیے، اسلئے نعمت کھانے سے پہلے بسم اللہ وعلیٰ برکۃ اللہ اور نعمت ختم کرکے الحمد للہ الّذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین پڑھا کریں۔ تا کہ اللہ پاک کا ہر حال میں شکر بجالایا جائے۔

نفس کے ساتھ مجاہدہ ضروری ہے: نفس جب نافرمانی پر اُتر آئے تو اُس وقت اُس کی سخت روک تھام کی ضرورت ہے، ورنہ آگے وہ شیر ہوگا، پھر مقابلہ نہیں ہوسکتا ہے، اوّل وہلے ہی میں اُسے دبانا چاہیے اسی میں کامیابی رکھی ہوئی ہے، اُس وقت وظیفہ پڑھنے سے کام نہیں بنے گا، ہاں زجر کیلئے متعلقہ آیات بہت مفید ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کو بھوک لگے، تو کچھ کلمات پڑھنے بھوک سے تسکین نہیں ہوگی، اللہ کا قانون اُس وقت یہی ہے کہ کھانا کھایا جائے ایسے ہی اُس وقت نفس کو دبانا قانونِ الٰہی ہے۔

اُس کا شکوہ کسی سے ہے بے کار	اپنے ہاتھوں جو لے کلہاڑی مار
اُس کی اصلاح ہے سخت دُشوار	اپنے نفس پر جو ذرا نہ ڈالے بار (مجذوبؒ)

باہر آپ لوگ گئے ہوں گے، وہاں نیم کا درخت ہوتا ہے اور وہ بہت کڑوا ہوتا ہے، سانپ کا ڈسا ہوا (مار گزیدہ) شخص اگر نیم کے پتے چبائے، تو وہ اس کو میٹھا لگیں گے، دراصل اُس شخص کی طبیعت خراب ہوچکی ہے، اسی طرح ہم لوگ گناہوں میں لذت پاتے ہیں، حالانکہ جن لوگوں کا ایمان ٹھیک ہوتا ہے، اُنہیں گناہوں سے اُلجھنیں اور پریشانیاں ہوتی ہیں، اور بگڑا ہوا نفس گناہوں میں لذت محسوس کرتا ہے، یہ دلیل ہے کہ اُس کی طبیعت مسخ ہوچکی ہوتی ہے، اللہ رحم فرمائے۔

اسی طرح بدنظری کرنے والا آج بدنظری کرے گا تو دوسرے دِن دوبارہ کرے گا، اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایس شخص اللہ پاک کی شرارت کا سزاوار ہوتا ہے کہ لوگوں کو پتہ تک نہیں چلتا، اسی طرح گناہ قسم قسم کے ہوتے ہیں، اور.................. جو نہ بچے اس سے نہ بچایا جائے گا، یوسف کا قصہ قرآن پاک کا حصہ کیوں بنا؟ صرف ہماری ہدایت کیلئے۔ زلیخا نے تمام دروازے بند کئے، یوسف علیہ السّلام نے سوچا کہ جو مجھے کرنا چاہتے وہ مجھے کرنا چاہیے اور وہ دور کر چلے اور اللہ پاک کا کرم کرتا..............۔

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے ایک شاگرد کا واقعہ ہوا، شہر سرینگر میں ایک شخص گاڑی چلا رہا تھا کہ ایک عورت نے ہاتھ دے کر روکا اور کچھ آگے چل کر کہنے لگی کہ مجھے ایک ہزار روپیہ دے دو میں تجھ پر تہمت لگادوں گی، اور یہ حال ہے ہمارے شہر کا، پھر جب یہ شاگرد ایک راستے سے گزر رہا تھا کہ ایک عورت نے اس کو اپنے گھر بلایا اور اس نے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ بند کیا، اور شاہ صاحب کے شاگرد نے اس عورت سے بیت الخلاء جانے کی اجازت مانگی۔ اور وہ بیت الخلاء سے واپس آیا اور اس نے بیت الخلاء سے پنے کپڑوں میں بھی لگادی، اور جب واپس کمرے کی طرف آیا تو اس عورت نے بدبو سونگ کر یہ شخص جلد ہی اپنے کمرے سے باہر نکالا۔ اور س طرح اس شاہ صاحب کے شاگرد نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا، جب وہ شاہ عبدالعزیزؒ کے درس میں شامل ہوئے، تو شاہ صاحب نے محسوس کیا، کہ آج تک یہ خوشبو میں سونگھا نہیں ہوں اور بعد میں یہ راز اس شاگرد نے شاہ صاحب کے پاس اظہار کیا، دُنیا بہت دھوکے باز ہے۔ یہاں کے غیر مسلم بھی پگڑی پہنتے تھے، جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے سر پر ایک دستار باندھا ہوا تھا ہر ایک شخص// بقیہ صفحہ 2 پر......

بقیہ: آپکے پوچھے گئے دینی سوالات

بخاری شریف میں ہے: ''حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہبؒ نے بیان کیا کہ میں اُم سلمہؓ کے یہاں گیا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کا ایک موئے مبارک نکالا جس پر خضاب کا اثر تھا۔ (جلد۲/۸۷۵) اور ایک روایت میں ہے کہ جب کسی کو نظر وغیرہ کی تکلیف ہوجاتی تو اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ کے پاس پانی کا پیالہ بھیج دیا جاتا، آپ کے پاس آنحضرت ﷺ کے کچھ موئے مبارک تھے، ان کو چاندی کی نلکی میں محفوظ کر رکھا تھا پانی میں اُس نلکی کو ڈال دیتے تھے اور وہ پانی مریض کو پلایا جاتا تھا، کبھی یہ کرتے کہ بڑے ٹب میں پانی بھر کر مریض کو بٹھاتے اور اس ٹب کے پانی میں نلکی ڈال دیتے تھے۔ (قسطلانی شرح بخاری جلد ۸/۳۷۲) راوی حدیث حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُن بالوں کو دیکھا یہ سرخ تھے۔

مسلم شریف میں ہے: ''حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جبہ طیالسانی کسروی نکالا جس کے گریبان اور دونوں چاکوں پر ریشم کی سنجاف (حاشیہ کناری) لگی تھی، اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ (ﷺ) کا جبّہ مبارک ہے، جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھا، اُن کی وفات کے بعد میرے پاس آیا، آنحضرت (ﷺ) اُس کو پہنا کرتے تھے ہم اُسے پانی میں دھوکر وہ پانی بیماروں کو بغرض شفاء پلادیا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم شریف جلد۲/۱۹۰) اور ایک حدیث شریف میں ہی ہے کہ حضرت اُم عطیہؓ حضرت زینب بنت رسول خدا (ﷺ) کے غسل وکفن کے واقعہ میں روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے اپنا تہبند ہمارے پاس بھیجا تا کہ اس کو میت کے جسم سے لگتا ہوا پہنایا جائے (تا کہ اُس کی برکت سے متمتع ہوں)۔

(بخاری شریف جلد۱/۱۶۸، پارہ ۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

بقیہ: جواہر القرآن.......... صفحہ 3 سے آگے

اللہ ﷺ نے اس اُمت کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر اُمت کے لئے کوئی خاص فتنہ ہوتا ہے میری اُمت کے لئے بڑا فتنہ اور آزمائش مال ہے'' (ترمذی شریف)

ہمارے گرد وپیش کے حالات اور مسلمانوں کو روز افزوں ہوس اور مال کی محبت اس قولِ صادق کی تصدیق کرتی ہے۔

حضرت عمرو بن عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم پر فاقہ آنے سے نہیں ڈرتا بلکہ مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ہے کہ تم پر دنیا وسیع کردی جائے جیسا کے تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کردی گئی تھی پھر تم اسے بہت زیادہ چاہنے لگو جیسا کہ اُنہوں نے اسے بہت زیادہ چاہا تھا اور پھر وہ تم کو برباد کر دے جیسے کہ اس نے اگلوں کو برباد کردیا تھا'' (بخاری شریف)

اس حدیث میں جس دنیا کی وسعت کی وجہ سے ہمارے آقا ﷺ نے ہلاکت اور بربادی کا اندیشہ ظاہر فرمایا ہے، یہ وہ دنیا ہے جسے آخرت فراموشی اور حلال وحرام کے احکام کے نسیان کے ساتھ حاصل کیا گیا ہو مگر نہ وہ مال اور دنیا جسے کتاب وسنت کے ارشادات کی روشنی میں کمایا گیا ہو اور جسے انسان کی فلاح وبہبود، مدارس ومسجد کی تعمیر، دین کی نشر واشاعت اور کفر وشرک کے قلع قمع کے لئے خرچ کیا جائے وہ دنیا مذموم نہیں بلکہ رضاء الٰہی کے حصول کا ایک بابرکت ذریعہ ہے اور اس دنیا کے حصول کی نبی کریم ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سب سے بہتر اور پاکیزہ رزق اسی کو قرار دیا ہے جو اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا جائے اور اسی سلسلہ میں مشقت اُٹھانے والوں کی آپ ﷺ نے تعریف فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جو دولت کو ہی اپنا معبود اور زندگی کا مقصود بنالیتے ہیں، اسی کے لئے جیتے اور اسی کی خاطر مرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لعنت ہو بندہ دینار اور درہم پر'' (ترمذی شریف)

یعنی ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے دنیا اور آخرت میں محروم رہیں گے جو مال ودولت کی چاہت میں ایسے گرفتار ہوں کہ اللہ کے احکام اور حلال وحرام کی حدود کو بھی پس پشت ڈال دیں۔

سود کے بارے میں غفلت اور بے حسی کی پہلی مال ودولت کی شدید محبت اور امیر سے امیر تر بننے کی حد سے بڑھی ہوئی خواہش ہے۔ اس کی دوسری اور بڑی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر ذہنوں سے معاملات کی اہمیت نکل گئی ہے، بعض لوگوں کے طرز عمل سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ محض چند رسوم اور عبادات کے مجموعہ ہی کو پورا دین سمجھتے ہیں جن کی انجام دہی سے انسان دین دار بن جاتا ہے خواہ اس کے معاملات کیسے ہی کیوں نہ ہوں چنانچہ ایسے ایسے لوگ بھی سکہ بند ''دیندار'' کہلاتے ہیں جو یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں، مزدوروں کے حقوق غصب کرلیتے ہیں، دوسروں کی زمینوں، مکانوں اور جائیدادوں پر ناحق قبضہ جما لیتے ہیں، سینما گھر اور فحاشی کے اڈے چلاتے ہیں، بجلی چوری کرتے ہیں، رشوت کا لین دین کرتے ہیں بھتہ اور ناجائز کمشن کھاتے ہیں، جعلی اور نقلی دوائیاں بناتے ہیں، مجبور انسانوں کو سودی قرضے دیتے ہیں زیادہ سے زیادہ شرح سود کے حصول کے لئے بنکوں میں بھی رقمیں جمع کراتے ہیں......اور کمال یہ ہے کہ ان ساری کرتوتوں کے باوجود ان کی ''دینداری'' پر کوئی حرف نہیں آتا، رفاہی اداروں، ہسپتالوں، مساجد اور مدارس کے ساتھ ماہانہ تعاون اور سالانہ عمرے کے احرام کو ''حلال'' بنادیتے ہیں، ان کی نظروں سے یہ بات

Vol. 15 No: 15 18 April to 01 May 2014 Friday

Printer,Publisher: Maulana Hamidullah Lone
Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Office: Madina Chowk Gawkadal Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Jammu and Kashmir -192232
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Ph. No. 01942-2481821 Cell: 09906546004

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 19-4-2014
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

تعلیمی مسائل

اَمیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کا خطبۂ صدارت
دہلی میں ہوئی ایک کانفرنس بتاریخ 6/اپریل 1984

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ.

علمائے کرام، دانشورانِ ملک وقوم اور بزرگانِ ملّت!

اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ آج ہم لوگ دہلی کی سرزمین میں اپنے تعلیمی وملّی مسائل کو سمجھنے اور ان مسائل میں قدم قدم پر پیش آنے والی دشواریوں اور رُکاوٹوں کا حل تلاش کرنے کے لیے ہندوستان کے گوشے گوشے سے اکھٹے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس وقت ہمارا خاص موضوع اپنی نسلوں کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھانے اور اس راہ کی دُشواریوں کو دُور کرنے کے لیے کوئی آبرومندانہ حل تلاش کرنا ہے۔ لیکن ہمارے لیے ان ملّی معاملات سے صرف نظر کرنا بھی ممکن نہیں ہوگا کہ جن کی اہمیت ہمارے وجود، ہمارے مذہبی وتہذیبی تشخص کے بقاوتحفظ کے لیے مسلمہ ہے۔ خاص طور سے ایسے موقع پر جبکہ ملک بھر کے مسلمانوں کی بھرپور نمائندگی یہاں موجود ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مُسلمانوں کے تمام اہم مسائل کا جائزہ لیں اور کوئی لائحۂ عمل طے کریں۔ اسی کے ساتھ مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا بھی شدید احساس ہے کہ ایسی بامقصد اور عظیم الشان کانفرنس کے عہدۂ صدارت کے لیے مجھ جیسے ناکارہ اور بے عمل انسان کا انتخاب کیا گیا ہے جو یقیناً حد سے بڑھا ہوا اعزاز ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے حسن ظن کو اس ناکارہ کے لیے زادراہ بنائے اور ملک وملّت کی خدمات اور ادائے فرض کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

ہم آزاد ہندوستان کے شہری ہیں اور ہندوستان کا ایک دستور ہے جس میں ہندوستان کی آزادی کو محفوظ رکھنے، اس کو بروئے کار لانے اور اس سے عوام اور ملک کو فائدہ پہنچانے کے اصول اور ضابطے درج ہیں۔ اس دستور نے تمام شہریوں کو طرح طرح کے حقوق بھی دیئے ہیں اور ہر حق کی ادائیگی نیز حق تلفی کی تلافی کے انتظامات بھی کیے ہیں اور ملک کو سب کی مرضی سے چلانے اور ایک کو دوسرے کی زیادتی سے بچانے کے لیے طریق کار بھی وضع کیے ہیں۔

آیئے آج کی صحبت میں اپنے تعلیمی حالات کا جائزہ لیں اور دستور کے حقوق اور اس کی ضمانتوں کا سراغ لگائیں، پھر مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی کارگذاریاں دیکھیں کہ وہ کہاں تک ہمیں دستوری حقوق مہیا کرتی ہیں، اور کہاں کہاں ہماری حق تلفی کی مرتکب ہیں۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے بچوں اور بچیوں کے لیے مکاتب قائم کیے ہیں۔ اسکول وکالج کھول رکھے ہیں اور انھیں چلاتے ہیں۔ کہیں امداد لیتے ہیں، کہیں نہیں لیتے۔ مگر ملک کے اکثر حصے میں ریاستی حکومتوں کا رویہ خطرناک ہے کیونکہ وہ ہمیں اپنی تعلیم گاہوں کے لیے اپنی مرضی کا نصابِ تعلیم، نظامِ تعلیم اور طریق کار مرتب اور نافذ کرنے کا اختیار نہیں دیتی اور جتنا دیتی ہے اسے بے معنی کر دیتی ہے۔ ہمارے امتحانات کو اس وقت تک قابلِ اعتبار نہیں سمجھتی، جب تک کہ ہم اپنے اسکول کو ان سے ان کی مرضی اور ان کی شرطوں کے مطابق رِکگنائز نہ کرالیں اور جب منظور کرانے جائیں تو اس قسم کی پابندیاں ایسی ایسی شرائط اور رکاوٹیں کھڑی کر دی جاتی ہیں کہ اقلیتی ادارہ اپنی تمام خصوصیات کھو دیتا ہے۔

اسی طرح اگر مسلمان اپنے اداروں میں ہی اپنے بچوں کو اپنی تہذیب، اپنی تاریخ اپنا مذہب پڑھائیں یا اپنی مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر اسکول چلانا چاہیں تو اس کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اور جن اسکولوں کو منظوری مل جاتی ہے ان کو چلانے کے لیے محکمۂ تعلیم پورے نظام پر ان کی کارگزاری اور انتظامیہ کے بنانے بگاڑنے پر اس قدر سخت گرفت رکھتا ہے کہ بہت سے مسائل میں ان سے نمٹ کر اسکول چلانا دردِ سر بن جاتا ہے جس کا ان بیچاروں کے پاس کوئی علاج نہیں ہوتا، وہ سپر انداز ہو جاتی ہیں۔ یہ صورتِ حال جس ریاست میں جس حد تک بھی ہو کسی بھی اقلیت کے لیے تباہ کن ہے اور تنہا تعلیم کی یہی تباہی اقلیت کی پوری ہستی کو مٹانے کے لیے کافی ہے کیونکہ تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے بچوں کو اپنے مذہب اپنی تہذیب، اپنی تمدن اور اپنی روایات کا وارث بنا سکتے ہیں اور اگر کوئی اکثریت یا کوئی حکومت اقلیتوں کو اپنی نسلوں کی نشوونما اور تربیت کا حق نہیں دیتی تو وہ ارتداد کی سازش کی حوصلہ افزائی کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے دستور نے مذہبی اور لسانی اقلیتوں کو جو بنیادی حقوق دیئے ہیں، وہاں دونوں کے لیے تعلیم کی آزادی کو بھی بنیادی حق بنا کر معقولیت اور انصاف کا حق ادا کر دیا ہے۔

ضرورت ہے کہ حکومت ہند اقلیتی اداروں کی ان مجبوریوں اور دستور ہند کی دی ہوئی ضمانتوں میں جو خلیج حائل ہوگئی ہے اس کو جرأت مندی، انصاف اور معقولیت کے ساتھ پاٹ دے ورنہ کوئی اقلیت اس طرح اپنی موت کے محضر پر دستخط نہیں کر سکتی۔ اقلیتوں کو دستور ہند نے دفعہ نمبر ۲۸، دفعہ نمبر ۲۹ اور دفعہ نمبر ۳۰ میں جو حقوق دیئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں:

دفعہ نمبر ۳۰ ضمن الف: ’’تمام اقلیتوں کو خواہ وہ مذہبی ہوں یا لسانی یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے تعلیمی ادارے قائم کریں اور ان تعلیمی اداروں کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔‘‘

اس دفعہ نے ہمیں دو حق دیئے کہ ہم اپنے تعلیمی ادارے قائم کریں۔ دوسرا حق یہ ہے کہ انھیں خود اپنی مرضی کے مطابق چلائیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے اداروں کو سرکاری امداد مل سکتی ہے یا نہیں اگر مل سکتی ہے تو بطور اعانت یا بطور خیرات تو دفعہ ۳۰ کی ضمن ج ملاحظہ فرمائیں۔

’’کوئی ریاست تعلیمی اداروں کو امداد دینے میں غیر مساویانہ سلوک اس بنا پر نہیں کرے گی کہ وہ تعلیمی ادارے مذہبی یا لسانی اقلیت کے زیرِ انتظام ہیں۔‘‘

غور کیجیے دستور ہند کی اس دفعہ پر اگر ایمانداری سے عمل کیا گیا ہوتا تو آج اقلیتوں کو حکومت سے یہ شکایت نہ ہوتی کہ وہ اقلیتی اداروں کو امداد نہیں دیتی۔ اور ایسا اس کے باوجود ہوتا ہے کہ دستور بنانے والوں نے اس خطرہ کو بھانپ کر اسے ختم کرنے کی صراحت کر دی تھی۔ دستور بنانے والوں نے اقلیتوں کے اندیشے دور کرنے کے لیے دفعہ نمبر ۲۸ ضمن الف میں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ: ’’کسی شخص کو خواہ وہ کسی سرکاری یا امدادی اسکول میں تعلیم پاتا ہو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ کسی مذہبی تعلیم میں حصّہ لے جو اس اسکول میں دی جاتی ہو یا کسی مذہبی عبادت میں شریک ہو جو اس تعلیمی ادارے یا اس سے متعلّق اراضی میں ہو رہی ہو جب تک کہ وہ شخص یا اگر وہ نابالغ ہے تو اس کا سرپرست اس کے لیے رضامندی نہ دے دے۔‘‘

اگر سرکاری نصابِ تعلیم بنانے والے یا نظامِ تعلیم چلانے والے اس دفعہ کی رعایت کرتے یا حکومت ہند ان کو مجبور کرتی کہ وہ دستور کو ایمانداری سے ریاستوں میں نافذ کریں تو ایسی سیکڑوں شکایتیں نہ پیدا ہوتیں جن کے ذریعہ مسلمان بچوّں کو پریشانیاں ہوتی ہیں اور خصوصاً درسی کتب کو ایک مذہب کی دیومالا بنانے سے جو صورت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ہمارا معاشرہ محفوظ رہتا اور مختلف فرقوں کی کشاکش نہ پیدا ہوتی۔ تعلیم کی آزادی کے لیے دفعہ ۳۰ نے جب اقلیتوں کو اپنی مرضی کی تعلیم دینے کی آزادی عطا کی تو اس کی مزید صراحت دستور کی دفعہ نمبر ۲۹ ضمن الف میں اس طرح کر دی گئی ہے۔

’’ملک کے باشندوں کو خواہ وہ ملک کے کسی حصّے میں رہتے ہوں یہ حق ہوگا کہ وہ اپنی مخصوص زبان، رسم الخط اور تہذیبوں کا تحفظ کر سکیں۔‘‘

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر اقلیت کو اپنی زبان، اپنے رسم الخط اور اپنی تہذیب کے تحفظ کے لیے اسکول کھولنے اور اس کو اس طرح چلانے سے کہ وہ اپنے مقاصد حاصل کرے کوئی روک نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ اس کا بنیادی حق ہے اور اسے ہر قیمت پر حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ بنیادی حق ناقابلِ تنسیخ ہوتا ہے۔ اقلیتوں کو یہ حقوق دستور ہند نے آج سے ۳۵ سال پہلے دے دیئے تھے لیکن ملک میں اگر یہ حق حاصل ہے تو صرف عیسائیوں کو ہے اور ان کے اداروں کو ہے۔ کروڑوں روپے غیر ممالک سے ان کو آتے ہیں۔ وہ انگریزی میڈیم اسکول چلاتے ہیں اور اپنی تہذیب کا ایک شوشہ بھی مٹنے نہیں دیتے اور ہماری ریاستی حکومتیں ان کے نظام میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتیں اور ان ہی کے ماحول میں اپنے بڑوں کی اولادوں کو تعلیم وتربیت کے لیے بھیجنے کی سہولت دیتی ہیں۔ ایسا کیوں ہے۔ مسلمان اقلیت اسے سمجھ نہیں پاتی۔

// بقیہ صفحہ 6 پر......

SAMEER & CO
Deals with:
PLYWOOD, HARDWARE, PAINTS ETC
ایک بار آزمایئے، بار بار تشریف لایئے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact Nos: 9419040053

www.khanqah.in